قرآن خوانی اور ایصال ثواب

جسمیں قرآن وحدیث کے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ
قرآن خوانی، فاتحہ، تیجہ، چہلم اور برسی وغیرہ بدعاتِ مروجہ
کا ثواب مُردوں کو نہیں پہنچتا۔

ترتیب وتقدیم

مختار احمد ندوی

مراجعہ ونظر ثانی

دفتر تعاون برائے دعوت وتوعیۃ الجالیات ربوہ

طباعت واشاعت

دفتر تعاون برائے دعوت وتوعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض
مملکت سعودی عرب

فہرست مضامین

مضامین کتاب	صفحہ

مضامین کتاب — صفحہ

مضامین کتاب	صفحہ

قرآن کی فریاد

از ماہرالقادری

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں،آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں ، دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر وریشم کے ، اور پھُول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جب قول وقسم لینے کے لئے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت ہوتی ہے ہاتھوں پہ اُٹھایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں، کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں ، مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں
مجھ سے یہ محبت کے دعوے ، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مُجھے رسوا کرتے ہیں ،یوں بھی میں ستایا جاتا ہوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

قرآن خوانی کے ذریعہ مُردوں کو ثواب پہنچانے کا رواج تقریباً ہر جگہ عام ہو گیا ہے، وزراء، سلاطین اور مُلک کی بڑی شخصیتوں کی شہادت یا وفات کے موقع پر اس ملک کا ریڈیو اپنے مقررہ پروگراموں کو چھوڑ کر تلاوت نشر کرنے لگتا ہے۔ عوام اپنے مُردوں کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کی مجلس مقرر کرتے ہیں اور حاضرین مجلس میں سے ہر شخص یا مخصوص پیشہ ور قرآن خواں جیسے تیسے قرآن ختم کر کے اس کا ثواب میّت کو پہنچانے کی دعا مانگتے ہیں۔

اس رسم نے اب پیشہ کی شکل اختیار کر لی ہے اور ''میلاد خواں'' کی طرح ''قرآن خواں'' بھی اب ہر جگہ بسہولت پائے جاتے ہیں اور قرآن خوانی کی اجرت بھی قرآن خوانوں کی حیثیت کے مطابق گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ قبرستانوں میں پیشہ ور ''قرآن خوانوں'' کی مستقل جماعت موجود رہتی ہے۔ یتیم خانوں اور مدارس دینیہ کے مسکین طلبہ نیز حفاظ وقراء کی روزی کا ایک مخصوص ذریعہ ''قرآن خوانی'' بھی بن گیا ہے۔ اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ بڑے بڑے دینی مدارس اور بین الاقوامی شہرت

رکھنے والے دارالعلوم بھی آئے دن قرآن خوانی اورختم خواجگان کی مجالس منعقد کرتے رہتے ہیں۔

ایسی حالت میں خرافات کی اس آندھی کا روکنا اورسیلِ بدعت پر بند باندھنا آسان کام نہیں۔ اس رسالے میں قرآن خوانی کی مروجہ رسم پر بڑی سیر حاصل اور جامع بحث کی گئی ہے، اگرتعصب اور جذبات سے عاری ہوکرسنجیدگی سے اس کا مطالعہ کیا جائے توان شاء اللہ حق وضلالت کا فرق واضح ہوجائے گا۔

مسئلہ اہداء ثواب پرتحقیقی نظر:

قرآن خوانی کے موضوع پرغور کرنے سے قبل اگران چند ابتدائی اور تمہیدی حقائق پرنظر رکھی جائے توان شاء اللہ مسئلہ کی حقیقت بہت آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

میت کوثواب پہنچانے کے لئے آنحضرت ﷺ نے جن امور کی ہدایت فرمائی ہے ان میں قرآن خوانی کا ذکرکہیں نہیں، اور نہ ہی اس کا وجودعہد صحابہ رضی اللہ عنہم اورتابعین میں ملتا ہے، جتنی اہمیت اس مسئلے کواب دے دی گئی ہے خیرالقرون میں اتنا ہی یہ غیراہم تھا اور جتنا چرچا اس کا اب ہوگیا ہے اتنا ہی عہدنبوی اورعہدصحابہ میں یہ گمنام اورمجہول تھا، اگراس کی

ذرا بھی شرعی حیثیت اور اہمیت ہوتی تو اس کی بابت شارع علیہ السلام کا ارشاد ضرور ہوتا۔

ایصال ثواب کے مشروع طریقے:

میت کو ثواب پہنچانے کے جتنے مشروع طریقے کتاب وسنت سے ثابت ہیں ان میں قرآن خوانی کا ذکر نہیں ملتا۔ ایصالِ ثواب کے تین ہی مشروع طریقے ثابت ہیں: دعا، صدقہ جاریہ اور نیابت۔

۱- **دعا کی بابت تو سب کا اتفاق ہے** کہ میت اگر کافر ومشرک نہ ہو تو اس کے لئے دعا کرنی مسنون ہے اور ولد صالح کی دعا والدین کے لئے صدقۂ جاریہ ہے، مومن کی دعا دوسرے مومن بھائی کے لئے قبول ہوتی ہے۔ اخلاف کی دعا اسلاف کے حق میں منصوص امر ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُونَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب بخش دے ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب

بے شک تو مہربان رحم والا ہے''۔ (الحشر:۱۰)

اور ہر اذان کے بعد امت مسلمہ آنحضرت ﷺ کے لئے اللہ سے وسیلہ، فضیلت اور مقام محمود کی دُعا کرتی ہے۔ غرض زندوں کی طرف سے مُردوں کے لئے بہترین تحفہ ''دعا'' ہے۔

۲-صدقۂ جاریہ: یعنی مومن اپنی زندگی میں ایسا کام کر جائے جس سے وفات کے بعد اس کو فائدہ پہنچے۔ بخاری، مسلم اور ابن ماجہ وغیرہ کی احادیث کو جمع کرنے سے ایسے صدقات جاریہ کی تعداد دس تک پہنچتی ہے:

(۱) علم سکھانا (۲) نیک بچے کی دعا (۳) قرآن مجید چھوڑ جانا (۴) مسجد بنوانا (۵) سرائے تعمیر کرنا (۶) نہر جاری کرانا (۷) کوئی صدقہ جو حیات اور صحت کی حالت میں کیا ہو (۸) مُردہ سنت کو زندہ کرنا (۹) جہاد میں مرنا (۱۰) درخت لگانا یا کھیتی بونا۔

ثواب جاریہ کے متعلق مسلم کی اس مشہور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے بعد صرف تین ہی چیزوں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے:

((إِذَا مَـاتَ الإِنْسَـانُ انْـقَـطَـعَ عَـنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِن ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَو وَلَدٍ صَالِحٍ يَدعُو لَهُ))

''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل بند ہو جاتا ہے، صرف تین چیزیں باقی

رہتی ہیں: صدقۂ جاریہ، یا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، یا صالح اولاد جو اس کے واسطے دعا کرے''۔

صدقۂ جاریہ میں مذکورہ بالا سب صورتیں شامل ہیں، صرف دعا صدقۂ جاریہ کے بجائے شفاعت کی قسم میں داخل ہے کہ جب بھی دُعا کی جائے گی میت کو ثواب پہنچے گا۔

۳- ایصال ثواب کی تیسری قسم نیابت ہے یعنی میت کی طرف سے کوئی شخص نائب ہو کر کام کرے، اس سلسلے میں حسب ذیل امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے:

(الف) نائب کے اندر نیابت کی اہلیت موجود ہو، احادیث نیابت میں یا تو بچے کا ذکر ہے یا ولی کا یا قریبی کا، اجنبی کی نیابت کے بارے میں کوئی دلیل موجود نہیں۔

(ب) نیابت صرف مسلم کی طرف سے کی جا سکتی ہے۔

(ج) صحیحین میں صرف دو چیزوں میں نیابت کا ذکر ہے حج اور روزہ، دیگر عبادات میں نیابت ثابت نہیں۔

تعبدات شرعیہ میں کوئی شخص دوسرے شخص کے قائم مقام نہیں ہو سکتا، مکلّف کی جگہ غیر مکلّف کام نہیں دے سکتا، نہ محض نیت کرنے سے اس کا عمل

منتقل ہوسکتا ہے، نہ ہبہ کرنے سے ثابت ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾

''یہ کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔ (النجم: ۳۸)

﴿وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾

''اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے''۔ (النجم: ۳۹)

نیز نیابت کا یہ عمل عقل اور حکمت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ بندگی کی روح تقویٰ اور اخلاص ہے، عجز وانکساری، خشوع وخضوع، حضور قلب اور انابت الیٰ اللہ یہ سب صفات عامل کے ساتھ مخصوص ہیں، کیونکہ یہ دل کے اعمال ہیں جو صاحب دل ہی کے سینے میں موجود ہوسکتے ہیں، اس لئے نائب کسی طرح کبھی وہ قلبی کیفیات اپنے اندر نیابت کے وقت پیدا نہیں کرسکتا جو منوب عنہ کے ساتھ مخصوص ہیں، یہ تو ممکن ہے کہ مالی عبادات میں کوئی دوسرے کی طرف سے زکوٰۃ اور قرض ادا کرکے منوب عنہ کو سبکدوش کردے لیکن دیگر عبادات میں تو اس قسم کی نیابت ممکن ہی نہیں، کیونکہ اعمال کی قبولیت کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہے نائب ان میں نیابت کرہی نہیں سکتا۔

اگر نیابت عبادات بدنیہ میں جائز ہوتی تو اعمال قلبیہ میں بھی درست

ہونی چاہئے جیسے ایمان، صبر، شکر، رضا، توکل، خوف، رجا وغیرہ اور اگر یہ سلسلہ اسی طرح دراز ہوا تو سارا دین ہی نیابت پر چل سکتا ہے۔ پھر نہ فرد کے ایمان کی اہمیت، نہ اعمال کے لئے ریاضت کی حاجت، نہ صبر واستقامت کی ضرورت، بس سارے امور دین نیابت اور وکالت کی بنیاد پر ایک دوسرے کے ذریعہ طے پاتے رہیں گے۔ اسی طرح نہ اصل قاتل سے قصاص کی ضرورت نہ اصل مجرمین پر حدود کے اجراء کی، بس نائبین کافی رہیں گے۔

نیابت کا مشروع طریقہ:

نیابت کی بابت صحیح احادیث کے مجموعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف حج اور روزہ میں نیابت جائز ہے باقی امور میں نہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو جہینہ کی ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی اور حج کئے بغیر مرگئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بتاؤ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اللہ کا حق ادا کرو، اللہ اپنے حق کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

مسلم کی روایت میں حج کے علاوہ ایک ماہ کے روزے کا بھی ذکر ہے۔

زندہ کی طرف سے نیابت کے لئے اس کے عجز اور عدم استطاعت کی شرط ضروری ہے یعنی آدمی زندہ ہو لیکن اتنا مجبور ومعذور ہو کہ اپنا فرض خود پورا نہ کرسکتا ہو تو ایسی صورتحال میں اپنی زندگی ہی میں کسی کو نائب بنا کر فرض کی ادائیگی سے سبکدوش ہوسکتا ہے جیسا کہ بخاری میں ہے کہ ایک عورت نے کہا میرے باپ پر حج فرض ہے، لیکن وہ سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتے، کیا میں اپنے والد کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔

اس صورت کو حج بدل کہا جاتا ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ حج بدل کرنے والا شخص پہلے اپنا حج کر چکا ہو۔ جیسا کہ ابوداود میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص سے سُنا کہ وہ کہہ رہا ہے '' لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ'' شبرمہ کی طرف سے میں حاضر ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بھائی یا میرا قریبی ہے، آپ ﷺ نے پوچھا تو نے اپنا حج ادا کیا؟ اس نے کہا: نہیں۔فرمایا: پہلے اپنا حج ادا کرو پھر شبرمہ کا کرنا۔

اگر اولاد والدین کی طرف سے ان کی وصیت یا بغیر وصیت کے حج کرے تو جائز ہے، اسی طرح والدہ یا والد نے صدقہ دینے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے اور فوت ہوگئے ہیں تو اولاد کو ان کی طرف سے صدقہ دینا

چاہئے۔البتہ حج بچے کے سوا دوسرے کے ذریعہ بھی ہوسکتا ہے۔

روزے میں نیابت کی دلیل:

حج کی طرح روزے میں بھی نیابت جائز ہے۔البتہ اس میں ضروری ہے کہ منوب عنہ کی وفات ہوچکی ہو۔زندہ شخص کی طرف سے روزہ رکھنے کی اجازت ثابت نہیں۔

بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ! میری ماں مرگئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں، کیا میں اپنی ماں کی طرف سے سب قضا روزے ادا کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو مرجائے اور اس پر روزے ہوں، اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ بعض اہل ظاہر قضا روزوں کے وجوب کے قائل ہیں۔ اہلحدیث کا مسلک بھی یہی ہے کہ میت کی طرف سے روزے رکھے جاسکتے ہیں۔

نیابت اور اہداء کا فرق:

بعض حضرات ایصالِ ثواب کے ثبوت میں حج بدل نیز روزہ اور صدقہ والی احادیث کا ذکر کرتے ہیں، جبکہ نیابت اور اہداء میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نیابت میں عامل اپنے آپ کو دوسرے شخص کے قائم مقام قرار دیتا ہے، مثلاً حج جس میں یوں کہتا ہے " لَبَّيكَ عَن فُلَانٍ" اے اللہ میں فلاں شخص کی طرف سے حاضر ہوں، یا دل میں نیت کرے کہ میں فلاں کی طرف سے حج کر رہا ہوں (۱)۔ اور اہداء ثواب کی صورت یہ ہے کہ حج اپنی طرف سے کرے اور بعد میں کہے یا اللہ میرے اس حج کا ثواب فلاں شخص کو دے۔ پہلی شکل تو ثابت او رمنصوص ہے، دوسری شکل بقول مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ بدعت حقیقیہ ہے۔ چنانچہ " إيضاح الحق الصريح في أحكام الميّت والضريح " میں لکھتے ہیں کہ:

''زندوں کا مُردوں کو عبادت کا ثواب بخشنا بدعت حقیقیہ ہے بخلاف مالی عبادات میں نیابت کے کہ وہ اصل میں صحیح ہے''۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ بھی عبادات میں حج اور صدقہ کے

---

(۱) حج وعمرہ کے موقع پر نیت زبان اور دل دونوں سے کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے لہٰذا نیت دونوں سے بیک وقت کی جائے گی۔

سوا ایصال ثواب کے قائل نہیں۔

علماء حنابلہ بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

((وقال شيخنا: لم يكن من عادة السلف إهداء ذلك إلى موتىٰ المسلمين، بل كانوا يدعون لهم، فلا ينبغي الخروج عنهم)) الخ۔

''مُردوں کو ثواب بخشنا اہل سلف کا دستور نہ تھا، وہ صرف ان کے لئے دعا کرتے تھے، لہٰذا اُن کے طریقہ سے نکلنا جائز نہیں''۔

نیز ''موافقات'' میں علامہ ابواسحاق کا یہ قول کتنا جامع ہے کہ ''اہداء ثواب کے منع کی دو وجہیں ہیں:

اول: شریعت میں مال کے ہبہ کا ثبوت ہے ثواب کے ہبہ کا نہیں۔ جب اہداء ثواب کی کوئی دلیل ہی نہیں تو اس کا قائل ہونا بھی غلط ہے۔

دوم: ثواب اور عقاب شارع علیہ السلام کے مقرر کردہ ہیں نیز جزا عمل کے تابع ہے، جیسا عمل ویسی جزا:

﴿جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعمَلُونَ﴾

''بدلہ ہے اس کا جو وہ عمل کرتے تھے''۔

اس میں عامل کو کوئی اختیار نہیں۔

سوم: ثواب اللہ کا فضل وانعام ہے، عامل کو اس میں تصرف کا کوئی اختیار نہیں، لہٰذا اپنے عمل کے ثواب کو کسی دوسرے کے لئے ہدیہ اور ہبہ کرنے کا عامل کو حق نہیں۔

شبہات اوران کا ازالہ:

کسی بھائی کو یہ شبہہ نہ ہونا چاہئے کہ ثواب کی طرح مال بھی اللہ کا فضل ہے، اور جب مال کا ہبہ کرنا جائز ہے تو ثواب کا ہبہ کرنا بھی جائز ہونا چاہئے۔ چونکہ یہ شبہہ حقیقت کے خلاف ہے، اس لئے کہ مال تو ایک محسوس ومقبوض اور قابلِ انتقال چیز ہے، ایک کے قبضہ سے لے کر دوسرے کے قبضے میں دی جاسکتی ہے، لیکن ثواب تو غیر محسوس اور غیر مرئی شے ہے اور قلب کی اس کیفیت کے تابع ہے جو عامل کو عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا انتقال ممنوع ومحال ہے۔ اس لئے ثواب کو مال پر قیاس کرنا ہی قیاس مع الفارق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جزا عمل کے تابع ہے، لیکن عامل کو جزا سے انتفاع اور استمتاع کا حق ہے نہ کہ انتقال و ہبہ واہداء کا۔ اس فرق کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہئے تا کہ خلط مبحث نہ ہو۔

اسی طرح یہ کہنا کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی اور اس کا ثواب امت مرحومہ کو پہنچایا، تو یہ قیاس بھی بے محل اور غلط ہے، اس

لئے کہ اول تو قربانی ایک مالی صدقہ ہے جس میں نیابت جائز ہے اور آنحضرت ﷺ کی حیثیت اُمت کے لئے ایسی ہے جیسے گھر والوں کے لئے قیم اور ولی کی ، جس طرح ایک مرد اپنے پورے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنی اور اپنے آل اور اپنی امت کی طرف سے قربانی فرمائی، اس کا حق تو سب سے زیادہ آپ ہی کو پہنچتا تھا، آپ ﷺ سب سے اولیٰ ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب:٦)

''نبی مومنین کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ اولیٰ ہیں''۔

اس حدیث سے اہداء ثواب پر استدلال کرنا غلط اور بے محل ہے، کیونکہ اس سے نیابت ثابت ہوتی ہے نہ کہ اہداء، نیابت اور اہداء دو الگ چیزیں ہیں۔ رہا میت کی طرف سے قربانی کا جواز تو احادیث سے ثابت ہے، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کی طرف سے وہ قربانی کیا کریں۔ اُمت کا آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے، اہداء ثواب سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

فاتحہ اور ایصالِ ثواب:

کچھ لوگ مروجہ رسمِ فاتحہ کے ثبوت میں **هداية الحرمين** میں منقول فتاویٰ

اوذ جندی کے حوالہ سے یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے، تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خشک کھجور اور دودھ جس میں جو کی روٹی تھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائے، آپ ﷺ نے اس پر سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص تین بار پڑھی، پھر ہاتھ اٹھا کر دُعا کی اور منہ پر ہاتھ پھیرا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تقسیم کر دو میں نے اس کا ثواب اپنے بیٹے ابراہیم کو بخشا ہے۔

یہ سارا قصہ سراسر موضوع اور من گھڑت ہے، بلکہ موجودہ رسم تیجہ کو سامنے رکھ کر کمال ہوشیاری سے اس کو سجایا گیا ہے جس کی نہ کوئی اصل ہے نہ ثبوت، **ھدایۃ الحرمین** والے نے بھی اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ جلد دوم صفحہ ۳۶۲ میں اس قصہ کی بابت ایک استفسار اور اس کا جواب موجود ہے جس کو ثبوت کے لئے یہاں بتمامہ نقل کیا جاتا ہے:

استفتاء:

س: ہم نے **ھدایۃ الحرمین** میں دیکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کے سوم اور دسویں وبیسویں وچہلم وغیرہ میں چھوہارے وغیرہ پر فاتحہ دیا اور اصحابوں کو کھلایا، پس فی زماننا پھول پان

وغیرہ کرنے سے چہلم ودسویں وبیسویں میں مانع ہوتے ہیں کیسا ہے؟

هو المصوب: یہ قصہ جو هداية الحرمين میں لکھا ہے محض غلط ہے، کتب معتبرہ میں اس کا کوئی نشان نہیں۔ واللہ اعلم

حرره الراجي غفر له القوي ابو الحسنات محمد عبدالحي تجاوز عن ذنبه الجلي والخفي

مہر

محمد عبدالحی
ابوالحسنات

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا قصہ

ابوداود میں ہے کہ ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ابلّہ شہر والوں کو کہا: کون شخص اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ میرے لئے مسجد عشار میں دو یا چار رکعت پڑھے اور یہ کہے کہ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہے''۔

اس قصہ سے ایصال ثواب کا ثبوت پیش کرنا کئی وجہ سے غلط ہے:

اول: تو یہ روایت ہی نہایت ہی ضعیف اور نا قابل استدلال ہے، اس میں ابراہیم بن صالح بن درہم ایک راوی ضعیف ہے۔

دوم: اس میں ایصال ثواب نہیں بلکہ نیابت ہے اور وہ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حکم اور وصیت پر، لہٰذا نیابت کو اہداء پر قیاس

نہیں کرنا چاہئے۔

ابوداود میں ہے: ایک آدمی نے کہا ،میری ماں مرگئی ہے اگر صدقہ کروں تو اس کے لئے مفید ہوگا ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ پھر اس نے ایک باغ صدقہ کر دیا۔ایک روایت میں ہے کہ وہ ناگہاں مرگئی ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو صدقہ کرتی ۔ کیا اس کی طرف سے (صدقہ کرنا) کفایت کرے گا ؟ فرمایا: ''ہاں''۔ پہلی روایت میں یہ بھی ہے کہ ''اگر وہ کلام کرتی تو صدقہ کرتی''۔

یہ حدیثیں اولاد کے بارے میں ہیں اور ان سب میں نیابت کی صورت متحقق ہے، یہ دونوں عورتیں صدقہ کا پختہ ارادہ کر چکی تھیں، اگر ان کو فرصت ملتی تو صدقہ کرتیں ۔لہٰذا ان کی اس نیت کو اُن کی اولاد نے نائب بن کر پوری کی ،ایسی نیابت جائز اور ثابت ہے لیکن اس حدیث سے اہداء ثواب کا کچھ تعلق نہیں۔

میت کے گھر کھانا کھانے کی روایت:

بعض لوگوں نے دفن کے بعد میت کے گھر جمع ہو کر کھانا کھانے کے جواز میں مشکوٰۃ باب المعجزات کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک میت کے دفن سے واپس ہوئے ،تو میت کی بیوی نے

آپ کو کھانے کی دعوت دی جسے آپ نے قبول فرمایا اور آپ ﷺ نے بھی کھایا اور دوسرے لوگوں نے بھی ۔ یہ حدیث صحیح ہے، بیہقی اور ابوداود' دونوں نے نقل کیا ہے ۔لیکن یہ بات غلط ہے کہ دعوت دینے والی عورت میت کی بیوی تھی ، بلکہ وہ ایک عام قریشی عورت تھی ،اصل شبہہ لفظ'' ہ'' کی ضمیر کی زیادتی سے پیدا ہوا ہےیعنی '' دَاعِـي امْـرَأَةٍ'' (ایک عورت کا داعی) کے بجائے کاتب نے غلطی سے '' دَاعِـي امْرَأَتِهِ '' (یعنی میت کی بیوی کا داعی) لکھ دیا ہے ۔(ابوداوٗد) ۔

اور جہاں بھی یہ روایت منقول ہے ہر جگہ" دَاعِي امْرَأَةٍ" ہی ہے" دَاعِي امْرَأَتِهِ " کاتب کا سہو ہےاور ایک صحابیہ سے یہ توقع نہیں کہ ایک فعل بدعت کا ارتکاب کرے کیونکہ میت کے گھر جمع ہوکر کھانا کھانا فعل جاہلیت ہے۔اور ابن ماجہ کی حدیث صحیح (۱) میں اس کو نوحہ کہا گیا ہے جو فعل حرام اور قابل لعنت ہے۔اس حدیث سے میت کے لئے اہداء ثواب پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب الجنائز مولفہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری رحمہ اللہ ص ۸۷ تا ۹۱۔

---

(۱) یہ حدیث جریر بن عبداللہ البجلی کی روایت کردہ ہے جس کا ترجمہ یوں ہے:''ہم (میت کو دفن کرنے کے بعد) اہل میت کے گھر اکٹھا ہونا اور ان کا ہمارے لیے کھانے کا اہتمام کرنا نوحہ میں شمار کرتے تھے''۔ حدیث نمبر (۱۶۱۲).

قبروں پر قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا بیان

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ نے کتاب الجنائز میں لکھا ہے کہ ''امام نووی نے اپنی کتاب ''اذکار'' میں لکھا ہے کہ محمد بن احمد المروزی نے کہا کہ میں نے احمد بن حنبل سے سنا وہ کہتے تھے: جب تم قبرستان میں جاؤ تو سورہ فاتحہ، قل أعوذ برب الفلق،قل أعوذ برب الناس اور قل هو الله أحد پڑھواوراس کا ثواب مُردوں کو بخشو، مردوں کوثواب پہنچے گا''۔

بعض اہل علم نے امام احمد سے اس کے ثبوت کا انکار کیا ہے، امام احمد کے علاوہ اور اہل علم نے بھی زیارت قبور کے وقت ان سورتوں اور بعض اورسورتوں کو پڑھنے اور اُن کا ثواب مردوں کو بخشنے کولکھا ہے،مگر باوجود تلاش کثیر کے اس بارہ میں کوئی حدیث مرفوع صحیح نظر سے نہیں گذری اور جومرفوع حدیثیں اس بارے میں نقل کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

ازانجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ابومحمد سمرقندی نے فضائل قُل هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوشخص قبروں کے پاس سے گذرے اور قل هو الله أحد گیارہ بار پڑھےاوراس کا ثواب مُردوں کو بخشے،تو بقدرتعداد

مُردوں کے اس کوثواب دیا جائے گا۔ اورازانجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کوابوالقاسم زنجانی نے اپنے فوائد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جوشخص قبرستان میں جائے پھرسورہ فاتحہ اور اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھے پھر کہے: یااللہ! جومیں نے تیرا کلام پڑھا ہے اس کا ثواب اس قبرستان کے مومن اورمسلمان مردوں کو بخش دیا، تو وہ مردے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کریں گے۔ اورازانجملہ ایک وہ حدیث ہے جوخلال کے شاگردعبدالعزیز نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوشخص قبرستان میں داخل ہو پھرسورہ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ مردوں سے تخفیف کرتا ہے۔ ازانجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کوقرطبی نے اپنے تذکرے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب کوئی مومن آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اللہ تعالیٰ مشرق اورمغرب کی ہرقبر میں نور داخل کرتا ہے اوران کی خوابگاہوں کووسیع کرتا ہے اور پڑھنے والے کو ساٹھ نبی کا ثواب دیتا ہے اور ہرمیت کے مقابلہ میں اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ہرمیت کے مقابلہ میں اس کے واسطے دس نیکیاں لکھتا ہے۔ یہ چاروں حدیثیں ایصالِ ثواب کے بارے میں بہت مشہور ہیں، اکثر علماء

ایصالِ ثواب کے بارے میں ان کونقل کرتے ہیں، مگر یہ سب ضعیف ہیں، اہل علم نے ان کے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے، لیکن حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کا مجموعہ بتلاتا ہے کہ ان کی کچھ اصل ہے۔ انتہی .(کتاب الجنائزصفحہ۱۰۳-۱۰۴)

ان احادیث میں دو مسئلے ذکر ہوئے ہیں: قبرستان میں قرآن پڑھنا، مردوں کوقرآن کا ثواب بخشنا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قبرستان میں قرآن پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے، جمہور سلف اور قدیم اصحابِ احمد کا یہی مذہب ہے۔ ایک روایت امام احمد سے ہے کہ بدعت ہے، بعض حنابلہ مکروہ نہیں سمجھتے۔ کتاب الفروع میں ہے کہ مردوں کوقرآن کا ثواب بخشنا بھی مختلف فیہ ہے، امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک قرآن کا ثواب نہیں پہنچتا اور امام احمد اور ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک پہنچتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے عدم وصول پر قرآن سے استدلال کیا ہے۔ جامع البیان میں ہے: ﴿وَاَن لَيسَ لِلإنسَانِ إلَّا مَا سَعىٰ ﴾ لا يثاب احد بفعل غيره۔

''انسان کے لئے صرف وہی ہے جو اس نے کوشش کی''، یعنی دوسرے کے فعل پر کسی کوثواب نہیں پہنچتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی سے استدلال کیا ہے کہ قرآن کا ثواب

مُردوں کونہیں پہنچتا، نیز حدیث : ((إِذَا مَـاتَ الإِنسَـانُ انـقَطَعَ عَنْـهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِن ثَلَاثَةٍ))

ترجمہ: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، صرف تین چیزیں باقی رہ جاتی ہیں۔

یہ حدیث اور آیت بعمومہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اہداءِ ثواب باطل امر ہے۔ جن حدیثوں کو شیخ جلال الدین سیوطی نے نقل کر کے ضعیف کہا ہے وہ ان ادلّہ قطعیہ کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ اہداء ثواب پر کوئی دلیل نہیں۔

یہ ساری تفصیلات رسالہ ''اہداء ثواب'' مولفہ حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی سے ماخوذ ہیں۔

قرآن خوانی اور ایصال ثواب سے متعلق مندرجہ بالا دلائل سے آپ پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ عبادات بدنیہ جیسے تلاوتِ قرآن اور نماز وغیرہ کا ثواب میت کو پہنچنا کسی صحیح حدیث صریح سے ثابت نہیں اور جو روایتیں عبادات بدنیہ کے ثواب کے پہنچنے کے بارے میں نقل کی جاتی ہیں، وہ سب ضعیف اور نا قابلِ وثوق ہیں۔

افسوس ہے کہ قرآن خوانی کی یہ رسم علماء کی بے حد عدم توجہی کی وجہ سے

اب عوام وخواص میں اتنی رائج اور عام ہوگئی ہے کہ اس کے خلاف عوام مشکل ہی سے کچھ سننا پسند کرتے ہیں، لیکن فَاصْدَع بِمَا تُؤمَرُ کے بمصداق اس رسم باطل کے خلاف ہم حق کی آواز بلند کررہے ہیں، امید ہے یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی اور ہماری یہ تحریری کوششیں اِن شاء اللہ مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہونگی اور جو لوگ بھی تعصب اور ہویٰ سے پاک ہوکر اس کا مطالعہ کریں گے ان کا جذبۂ حق اور آزاد ضمیر انہیں قبولیت حق پر مجبور کرے گا۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلاَ غُ۔

کچھ رسالے کی بابت

حکومت مصر کی وزارت اوقاف نے میت کے لئے قرآن خوانی اور جنازہ سے متعلق دوسری بدعات کے رد اور اصلاح کے لئے علماء از ہر کی کمیٹی مقرر کی تھی، جس کے رکن رکین استاذ محمد احمد عبدالسلام نے کمیٹی کے مشورہ پر ایک رسالہ " حکم القراءة للأموات، هل یصل ثوابها إلیهم؟ " مرتب کیا جو طبع ہوکر بڑی تعداد میں تقسیم ہوا۔ قرآن خوانی کا یہ رسالہ دراصل اسی عربی رسالہ کا اردو ترجمہ اور تلخیص ہے اور مقدمہ میں ہم نے مشہور محدث مولانا محمد صاحب گوندلوی کے رسالہ ''اہداء ثواب'' کا خلاصہ پیش کردیا ہے، نیز مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ کی

تحقیقات سے بھی پورا استفادہ کیا ہے، اس کتاب کو استاذ العلماء مخدوم ومحترم مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری نے مطالعہ فرماکر جابجا تصحیح فرمائی ہے، فجزاهم الله خيراً ۔دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو عوام کی ہدایت کا بہتر ذریعہ بنائے اور مولف ومترجم ومصحح سب کی محنتوں کو قبول فرمائے آمین۔

مختار احمد سلفی ندوی

مدیر الدار السّلفیہ مورخہ ۱۲۲ اکتوبر ۱۹۷۶ء

مقدمہ

ازعلامہ احمد بن حجر قاضی محکمہ شرعیہ قطر

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُم عَنهُ فَانتَهُوا﴾
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ آلِهِ وَصَحبِهِ وَسَلَّمَ ۔

آپ نے رسالہ" إهداء القراءة للأموات " پر حاشیہ اور تبصرہ لکھنے کی مجھ سے فرمائش کی ہے، معلوم ہو کہ یہ رسالہ اپنے موضوع پر کافی ہے اور مولف نے قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو نہ پہنچنے کے بعض دلائل اور مذاہب اربعہ کا ذکر کر کے ثابت کر دیا ہے کہ مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے مروجہ قرآن خوانی کی رسم ''بدعت ہے'' اور جس نے کتاب وسنت کی ذرا بھی مہک سونگھی ہوگی اس کو خوب معلوم ہوگا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ اور ائمہ معتبرین سے اس کی بابت کچھ بھی ثابت نہیں اور ایصال ثواب یا قبروں پر قرآن خوانی کو جائز قرار دینے والے کوئی واضح دلیل بھی نہیں پیش کرتے اور وہ محض گذشتہ فقہاء کے اس قول کو پکڑے بیٹھے ہیں کہ ہر قسم کے عمل واطاعت کا ثواب مُردوں کو ہدیہ کرنا جائز ہے۔ لفظ ''کل'' تو عموم پر دلالت کرتا ہے جس میں ہر قسم کے عمل

شامل ہیں ۔بس اس کی آڑ لے کر بعد والوں نے اس میں مزید وسعت دے دی اور دین میں وہ باتیں داخل کر دیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے اور اس مسئلہ کو میت کی طرف سے حج کرنے کی نیابت پر اور بعض مذاہب کے مطابق روزے کی قضا پر قیاس کر بیٹھے ،(جیسے امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب نذر کے روزوں کی قضا کی بابت) اور جو لوگ بعد میں آتے گئے وہ فلاں شیخ ،فلاں عالم کے قول اور فلاں کے حاشیہ کو دلیل بناتے گئے اور یہ بات بھول گئے یا بھلا دی کہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت صحیحہ یا حسنہ کے سوا کوئی دوسری چیز دلیل وحجت نہیں بن سکتی ۔

رہے علماء کے اقوال تو وہ چاہے کتنے ہی بڑے فاضل کیوں نہ ہوں اور علم کے کتنے ہی اونچے مقام پر فائز کیوں نہ ہوں ،اُن کی صرف وہی بات قبول کی جائے گی جو کتاب وسنت کے موافق ہو اور اس کے بعد ان کی خطا وصواب دونوں پر انہیں اجر ملے گا ،حق وصواب کے مطابق کہنے والوں کو دوہرا اجر اور خطا کرنے والوں کو اکہرا ،لیکن جن باتوں میں انہوں نے خطا کی ہو ان میں ان کی تقلید جائز نہیں اور یہ وہی قاعدہ ہے جس کی طرف ہم نے پہلے اشارہ کر دیا ہے کہ مسئلہ اہداء ثواب کو وضع کرنے والوں نے خطا

کی ہے، چاہے وہ کتنے ہی بڑے عالم کیوں نہ ہوں، اس لئے کہ قرآن کا پڑھنا عبادت ہے اور عبادت توقیف پر مبنی ہوتی ہے یعنی خود ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ جائز ہے اور یہ مستحب اور یہ واجب، بلکہ وہی کہیں گے جو اللہ نے فرمایا اور جو اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہے اور چونکہ میت کی طرف سے حج کرنے کی بابت صحیح حدیث وارد ہے اور اسی طرح روزے کے بارے میں بھی، تو ہم نے اس کے متعلق اثبات میں کہا اور جس کے بارے میں صحیح حدیث وارد نہیں جیسے نماز اور قرآن کا پڑھنا، ماتم، چہلم اور اسی طرح کی دوسری من گھڑت رسومات تو ہم بھی ان کے جواز کے قائل نہیں اور نہ کسی کے لئے روا ہے کہ ایسی بے ثبوت باتوں پر عمل کرے۔ لہٰذا لفظ ''کل'' (ہر قسم کی عبادت) سے جو خرابیاں پیدا ہوسکتی تھیں ان کو بیان کر دیا۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی کوئی عالم اچھے ارادے یا غفلت سے خطا کر جاتا ہے لیکن اس کے بعد جو لوگ (اس کی) پیروی کرتے ہیں وہ احادیث اور تفاسیر اور علماء سلف کے اقوال کی چھان بین کی زحمت نہیں اٹھاتے اور اسی عالم کے قول کو ایک مسلمہ قضیہ بنا کر اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً بعض علماء کبار نے بدعت کو پانچ حصوں میں تقسیم کر ڈالا واجبہ، مندوبہ، حسنہ، سیئہ اور حرام۔ اور یہ نہیں سوچا کہ اس تقسیم سے بدعات کی تحسین اور ضلالتوں کی

اشاعت کا کتنا بدترین نتیجہ نکلے گا، چنانچہ ایسا ہوا کہ بعد والوں نے اس قول کو دلیل بنا کر اپنی کتابوں کو گمراہیوں اور بدعات کی تحسین سے بھر ڈالا جن میں سے ایک مُردوں پر قرآن پڑھنے کی بدعت بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور عہد صحابہ میں بہت سے مسلمانوں نے وفات پائی جن میں صحابہ کرام اور تابعین بھی شامل ہیں، لیکن کسی نے یہ روایت نہیں کی کہ ان میں سے کسی پر کسی نے قرآن پڑھا ہو، نہ ان کی قبر پر نہ مسجد میں نہ کسی مجلس میں۔

اور تعجب ہے کہ جو لوگ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کی طرف اپنا انتساب کرتے ہیں تو یہ دونوں ہی فاضل اور جلیل امام اہداء ثواب کے قائل نہیں جس کا اعتراف وہ لوگ بھی کرتے ہیں جو اس کو جائز سمجھتے ہیں، خازن اور ابن کثیر وغیرہم نے اس کی وضاحت کر دی ہے اور تمام تفاسیر اور شروح احادیث بھی اس پر دلیل ہیں کہ امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ اس کو جائز نہیں سمجھتے۔

بعد والوں نے کتاب وسنت اور اعمال صحابہ کی دلیل کے بغیر ہی اس کو جائز سمجھ لیا اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا اپنے علماء کے قول کو دلیل بنا کر اس رسم سے چمٹ گئے اور جب وہ کسی رائے کی تائید کرنا چاہتے ہیں تو اپنے

آپ کو مجتہد بنا کر پیش کرتے ہیں اور بعض آیات واحادیث کے مفہوم کو دلیل بنا لیتے ہیں خواہ وہ حدیثیں کتنی ہی ضعیف کیوں نہ ہوں اور جب انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ زید اور عمر کے قول کو چھوڑ کر قرآن وحدیث کو دلیل بناؤ تو کہنے لگتے ہیں ہم تو معذور ہیں ہمارا کام تقلید کرنا ہے اور اجتہاد ہمارے لئے جائز نہیں اور اجتہاد کا دروازہ تو صدیوں سے بند کر دیا گیا۔

حاصل کلام یہ کہ اہداء ثواب اور میت کی وجہ سے قبروں پر اور مجالس ومساجد میں قرآن پڑھنا بدعت وضلالت ہے جس سے لوگوں کو متنبہ کرنا ضروری ہے، حدیث شریف میں وارد ہے: «إِيَّاكُم وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِفَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ»

”(دین میں) نئی پیدا کی ہوئی باتوں سے بچو اس لئے کہ (دین میں) ہر ایجاد کردہ بات بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے“۔

نیز فرمایا: «مَن اَحْدَثَ فِي اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنهُ فَهُوَ رَدٌّ»

”جس نے ہمارے اس دین میں وہ بات ایجاد کی جو اس میں نہ تھی وہ مردود ہے“۔

اور قرآن خوانی کا یہ رسالہ اچھا ہے، البتہ اس میں اعتراضات کے

جوابات نہیں ہیں، مقدمہ میں یہ کمی پوری کردی گئی ہے۔ اور بہت مدت سے میرے دل میں یہ خیال تھا کہ اس موضوع پر ایک رسالہ لکھوں جس میں قرآن خوانی کے قائلین کے شبہات کا اچھی طرح رد کروں اوراس کی بابت کتاب وسنت اور علماء کے اقوال پیش کردوں لیکن عوائق اور موانع جیسا کہ آپ کو معلوم ہے فرصت نہیں دیتے۔ آخر میں یہ تنبیہ ضروری ہے کہ الحاد اور کفر وضلال کا سیلِ عظیم ٹوٹ پڑا ہے، اس لئے اب علماء کا فرض ہے کہ دین صحیح کی تعلیم وتبلیغ کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں اور کفار اور ملحدین کا رد کریں۔

اہداء ثواب پر مزید لکھنے کے لئے کسی اور فرصت میں دیکھا جائے گا، اس وقت اتنا ہی کافی سمجھتا ہوں۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ آلِهِ وَصَحبِهِ وَسَلَّمَ۔

میں نے یہ مضمون عدالت میں بیٹھ کر انتہائی عجلت اور مصروفیت کے عالم میں املا کرایا ہے اگر کوئی خطا پائیں تو میری طرف سے سمجھیں اور حق وصواب ہو تو اللہ کی توفیق ہے۔

احمد بن حجر

قاضی محکمۂ شرعیہ قطر

۱۵ محرم ۱۳۹۶ھ

نزول قرآن کا مقصد

☆ ہمارے رب نے یہ قرآن کس لئے نازل کیا ہے؟

☆ کیا اس لئے کہ اس سے تعویذ گنڈے بنائے جائیں اور بچوں اور مریضوں کو پہنائے جائیں؟

☆ یا اس لئے کہ قبرستان میں مردوں پر پڑھا جائے اور نام نہاد ملا، اس کو مال سمیٹنے کا ذریعہ بنا لیں؟

☆ یا اس لئے کہ مکار لوگ اسے برتنوں پر لکھا کریں اور دھو کر اس کا پانی مریضوں اور سحر زدہ لوگوں کو پلائیں۔

☆ یا اس لئے کہ کام چور اور بے عمل لوگ بھیک مانگنے کے لئے راستوں پر پڑھا کریں؟

☆ یا اس لئے کہ پورا قرآن ایک صفحہ میں چھاپ کر زینت اور برکت کے لئے دیواروں اور تعویذ بنا کر گردنوں میں لٹکایا جائے؟

☆ یا اس لئے کہ پیشہ ور لوگ اس کے تعویذ بنائیں اور مسجدوں کے دروازوں پر گلا پھاڑ پھاڑ کر فروخت کریں، آیۃ الکرسی اور معوذتین کے تعویذ پانچ پانچ آنے میں؟

☆ یا اللہ نے قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے کہ قوال اور گویّے اس کو

گائیں اور سننے والے ان کے نغموں اور موسیقی پر اچھل کود کریں اور جوش طرب میں آہ اور واہ کی بارش کریں، جیسے وہ کسی کلب یا مجلسِ طرب میں ہوں؟

☆ یا اس لئے کہ بغیر سوچے سمجھے محض طوطوں کی طرح اس کی تلاوت کی جائے؟

☆ یا یہ اس لئے اتارا گیا تھا کہ اس سے جہاں ہمارے اسلاف نے دنیا فتح کر ڈالی تھی اب اس کے بجائے آج وہی قرآن کسی اندھیرے گوشے میں غلاف کے اندر رکھ دیا جائے اور گرد وغبار کی تہ کے اندر وہ چھپا رہے؟ تجھ سے عفو وکرم کی التجا ہے اے رب۔

☆ اپنی کتاب عظیم تو نے ان کاموں کے لئے نہیں نازل فرمائی، بلکہ یہ کتاب تو نے اس لئے نازل فرمائی تھی کہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور یہ لوگوں کے لئے روشن چراغ بنے، تو نے اسے اس لئے نازل فرمایا تھا کہ یہ سارے عالم کے لئے ''بشیر ونذیر'' بنے۔

☆ یہ کتاب تو نے زندوں کے لئے اتاری تھی مردوں کے لئے نہیں، تو نے یہ اس لئے اتاری تھی کہ مسلمان اس کو اپنے گھروں، بازاروں اور مدرسوں میں اپنا نظام اور دستور بنائیں۔

ہم نے اسے چھوڑ دیا اور زندگی کی راہ پر اس طرح چلے کہ قرآن کے مقاصد اور لائحہ عمل ترک کرنے اور اس کے خلاف عملی بغاوت کے نتیجے میں ہم پستی اور بدبختی کے قعرِ مذلت میں گرتے ہی چلے گئے۔

ہم نے قرآن کا مفہوم اور اس کے مقاصد کو کچھ اتنے عجیب وغریب طریقے سے بدل ڈالا جس کی مثال پچھلی امتوں میں بھی نہیں ملتی، پچھلی امتوں نے بھی آسمانی کتابوں کا انکار کیا لیکن ہم نے یہ بات کسی امت کے متعلق نہیں سنی کہ اس نے آسمانی کتاب کو مُردوں کے لئے پونجی بنایا ہو۔

ہم نے ان کروڑوں انسانوں کو بے لگام چھوڑ دیا جن کی تبلیغ و ہدایت کا ہمیں ذمہ دار بنایا گیا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے جنگ اور تباہی کے وہ آلات بنائے جو ان کے اور ہم سب کے لئے تباہی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

چودہ صدیاں پہلے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ بشارت دی تھی:

((تَرَكتُ فِيكُم اَمرَينِ لَن تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكتُم بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّتِى))

میں نے تم میں دو چیزیں ایسی چھوڑی ہیں کہ جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے، وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری سنت۔

جب ہمارے آبا واجداد نے حقیقی معنوں میں اس کو مضبوطی سے پکڑا اور اسے اپنی زندگی اور عمل کا دستور بنالیا تو چند ہی سال میں ساری دنیا کے سردار اور انسانیت کے رہنما بن گئے۔ قرآن تو ہم روز پڑھتے ہیں مگر اس کی قراءت ہمارے حلق سے نیچے نہیں اترتی، ہم تو سلف صالحین سے زیادہ قرآن پڑھتے ہیں، لیکن کسی طرح بس پڑھتے ہیں نہ فہم نہ تدبر نہ عمل۔ بلکہ ہم میں سے اکثر کی تلاوت پر تو بزرگوں کا یہ مقولہ صادق آتا ہے:

(كَم مِنْ تَالٍ لِلقُرآنِ وَالقُرآنُ يَلعَنُهُ)

کتنے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن خود انہیں پر لعنت کرتا ہے، مثلاً وہ پڑھتے ہیں: ﴿اَلَا لَعنَةُ اللّٰهِ عَلىٰ الظَّالِمِينَ﴾ وهو ظالم ''ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو''، جبکہ بسا اوقات ظالم وہ خود ہوتا ہے اور اللہ کی لعنت خود اس کی زبان سے اس پر پڑ جاتی ہے اور اس کو احساس تک نہیں ہوتا۔

مسلمانو! کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم اپنی غفلت سے بیدار ہو جائیں اور ضلالت سے اپنا دامن صاف کرلیں۔ آخر ہمارے علماء ان بدعات کے خلاف جنگ کرنے کے لئے کب کھڑے ہوں گے؟ اگر ان کے اندر ان بدعات کے خلاف لب کشائی کی ہمت نہیں تو اپنی دستارِفضیلت اتار دیں، یا

کم از کم ان لوگوں کی تائید کریں جو ان بدعات کے خلاف لڑ رہے ہیں، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ خود علماء دین ہی نے ان بدعات کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو مختلف القاب اور نفرت انگیز فتووں سے متہم کر رہے ہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ ایسے نازک دور میں جبکہ ہمیں خاندانی، سماجی، سیاسی اور اقتصادی خطرات نے ہر چہار طرف سے گھیر رکھا ہے، ہم اپنی گہری نیند سے بیدار ہو جائیں اور کتاب اللہ پر پوری طرح جم جائیں اور اس کی تلاوت غور و تدبر کے ساتھ کریں اور اسے زندگی کا منشور اور دستورِ حیات سمجھیں۔

آئندہ صفحات میں مُردوں کے لئے قرآن خوانی کی مروجہ رسم کے متعلق بڑی اہم بحث آ رہی ہے، جس میں قبروں اور مردوں پر قرآن خوانی کرنے والوں کے توہمات اور جھوٹے دعووں کا پردہ چاک کیا گیا ہے اور صحیح دلائل سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب مُردوں کو نہیں پہنچتا اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس من گھڑت رسم سے قرآن کا بے محل استعمال ہو رہا ہے جس کی وجہ سے اس کی عظمت، قدر و منزلت اور مقصد نزول متاثر ہو رہا ہے، ہم اس مقدمہ کو ایک مفکر کی اس عبارت پر ختم کر رہے ہیں:

'' مسلمانوں ! تم ابھی تک دین کے نام نہاد ٹھیکیداروں اور کم علم ملاّؤں کے غلام ہو، اور تم ابھی تک اپنی زندگی کے قانون اور فقہ میں قرآن کی حکمت سے مدد نہیں لیتے ہو۔

قرآن جو تمہاری زندگی کا مقصد ہے اور تمہاری قوت کا سرچشمہ، اس سے تمہارا لگاؤ زندگی کے لئے نہیں موت کے لئے ہے۔ جب زندگی کے کاموں سے فارغ ہو کر تم موت کی سرحد میں داخل ہوتے ہو تو نزع کے عالم میں قرآن تم پر پڑھا جاتا ہے تاکہ تم آسانی سے مر جاؤ۔ کتنی عجیب بات ہے کہ قرآن تم کو زندگی اور قوت بخشنے آیا تھا، اب اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ تم آرام سے مر جاؤ۔

ضرورت ہے کہ اسلام سے دور کرنے والی اس فرسودہ تقلید کے خلاف بغاوت کی جائے اور دور جاہلیت کے عرب مشرکین سے زیادہ شرک کرنے والے ان قبر پرستوں کی اصلاح کی کوشش کی جائے جو مصائب کے وقت مُردوں کی بوسیدہ ہڈیوں کی طرف رخ کرتے ہیں اور انہیں سے اپنی حاجات پوری کرنے کی درخواست کرتے ہیں، انہیں کو واسطہ بناتے ہیں، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں اس خیال سے کہ قبر والے ان کو اللہ کے قریب کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اکثر آیات میں ان قبر پرستوں کا مذاق اڑایا ہے جنہوں نے مردوں سے استغاثہ کرکے اپنی عقلوں کو مسخ کرڈالا اور اپنے ضمیر کو مار دیا ہے اور چونکہ کتاب اللہ کا دامن انہوں نے چھوڑ دیا ہے، اس لئے شرک ان کے دلوں میں جم گیا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللّٰهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَومِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾

''اوراس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوسکتا ہے جو ایسے لوگوں کو پکارے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں اوران کوان کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو''۔(الاحقاف:۵)

نیز فرمایا:

﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾

''سودمند پکارنا تو اسی کا ہے اورجن کو یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کو کسی طرح قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے تا کہ دور سے اس کے منہ تک آ جائے

حالانکہ وہ اس تک کبھی نہیں آ سکتا اور کافروں کی پکار بے کار ہے''۔
(الرعد:۱۴)۔

ضرورت ہے کہ ہم شریعت محمدیہ ﷺ کو بدعات سے پاک وصاف کریں اور اصلاح دین کی مشعل لے کر اٹھیں، اسی پر ہماری دینی ترقی منحصر ہے اور اسی میں ہماری عزت کا راز مخفی ہے۔ اس لئے ہم علماء اور مفکرینِ اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ اصلاح اُمّت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔

سوال

کیا قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے؟

الجواب

الحمد للّٰه و کفیٰ و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ.

امابعد:

ہمارے ایک دینی بھائی نے ہم سے یہ سوال کیا ہے کہ: ''کیا قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے؟

لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر تفصیل سے اپنے خیالات کا اظہار کردیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم قبروں کی زیارت اور ایصال ثواب سے متعلق جملہ امور کا تفصیلی ذکر کررہے ہیں۔

قبروں کی زیارت کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا معمول

سنن ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہو جاتے تو قبر کے پاس کھڑے رہتے اور فرماتے: ''اپنے بھائی کے لئے ثابت قدمی کی دُعا مانگو کیونکہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا''۔

اور ابوداود (۱) میں یہ بھی ہے کہ میت جب قبر میں رکھی جاتی تو آپ ﷺ فرماتے: ''بِسمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلىٰ مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ''(۲)۔

ان احادیث میں کبھی یہ ذکر نہیں آیا کہ آپ ﷺ نے قبر پر کوئی سورہ پڑھی ہو جیسا کہ آج رواج عام ہو گیا ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ

---

(۱) ابوداود میں اس سیاق میں یہ حدیث نہیں ہے، باب (دعاء المشرکین) میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں، جو جہاد کے لیے لشکر روانہ کرتے ہوئے آپ نے فرمائے۔(حدیث نمبر: ۲۲۴۷) البتہ مستدرک حاکم میں ہے کہ نبی ﷺ نے میت کو قبر میں اتارتے وقت یہ دعا پڑھنے کا حکم فرمایا۔(حدیث نمبر: ۱۳۰۴) حاکم اور ذہبی نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے اور علامہ البانی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: ارواء الغلیل ۳/۱۹۹. (ع.ر.)

(۲) افسوس کہ یہ سنت مٹتی جا رہی ہے اور بہت کم لوگ دفن کے بعد قبر کے پاس ٹھہرتے ہیں، کتنے تو ایسے ہیں جو جنازہ پڑھ کر واپس آ جاتے ہیں، کتنے قبر پر مٹی ڈال کر چلے آتے ہیں، چند ہی رہ جاتے ہیں جو آخر تک کھڑے ہو کر دعائے تثبیت پڑھتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت فرمائی، آپ خود روئے اورآس پاس والوں کو بھی رلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی تھی کہ والدہ کے لئے مغفرت طلب کروں، لیکن مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی اور میں نے اللہ سے والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے اس کی اجازت مل گئی، پس آپ لوگ بھی قبروں کی زیارت کریں کیونکہ قبریں موت کو یاد دلاتی ہیں اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہیں اورآخرت کی یاد تازہ کرتی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دستور نبوی ﷺ صرف یہ ہے کہ مردوں کے لئے استغفار کیا جائے قرآن نہ پڑھا جائے۔ یہی منقول (۱) بھی ہے اور معقول

(۱) قبروں کی زیارت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے معمول کا خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کو دعا دی جائے، ان پر سلام کیا جائے، عبرت حاصل کی جائے، فاتحہ وغیرہ پڑھنے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔قبروں کی زیارت کے موقع پر نبی کریم ﷺ سے متعدد دعائیں منقول ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:"اَلسَّلَامُ عَلَيكُم اَهلَ الدِّيَارِ مِنَ المُؤمِنِينَ وَالمُسلِمِينَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللّٰهُ بِكُم لَلَاحِقُونَ، اَنتُم لَنَا فَرَطٌ وَنَحنُ لَكُم بِالاَثَرِ" ''تم پر سلامتی ہوا ے بستی کے اہل ایمان واسلام! اللہ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، تم ہم سے پہلے ہو ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں''۔

بھی، کیونکہ قرآن میں تو دراصل دین کے احکام وآداب کا ذکر ہے اور حلال وحرام کا بیان ہے جس سے مردوں کوقطعی کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اورقرآن وحدیث سےبھی یہی ثابت ہے۔

انسان مرنے کے بعد کن چیزوں سے فائدہ اُٹھاتا ہے

میت کو انہیں چیزوں سے نفع پہنچتا ہے جن کو شریعت اسلامیہ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں مقرر کیا ہے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِذَا مَـاتَ الإِنسَـانُ انـقَـطَـعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِن ثَلَاثَةٍ ،إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَو عِلمٍ يُنتَفَعُ بِهِ اَو وَلَدٍ صَالِحٍ يَدعُو لَهُ)).

''جب انسان مرگیا تو اس کا عمل ختم ہوگیا سوائے تین چیزوں کے؛ صدقہ جاریہ، یاوہ علم جس سے نفع اُٹھایا جائے، یا صالح اولاد جواس کے لئے دعا کرے''۔(مسلم)

۲- نیز میت کو نفع اس حدیث کے مطابق بھی پہنچتا ہے جس میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''مومن کے عمل اوراس کی نیکیوں میں سے جن کا ثواب اس کی موت کے بعداس کو پہنچتا ہے وہ علم ہے جو وہ کسی کوسکھائے اور پھیلائے اور نیک اولاد چھوڑے اورقرآن کا وارث بنائے یا مسجد تعمیر

کرائے یا مسافر خانہ بنوائے یا نہر جاری کرائے یا ایسا صدقہ جو وہ اپنے مال میں سے نکالے اپنی صحت اور زندگی میں تو وہ اس کو اس کی موت کے بعد پہنچے گا۔(ابن ماجہ)

۳- نیز میت کو اس کی موت کے بعد اس سنت حسنہ کا ثواب بھی پہنچتا ہے جس کو اس نے اپنے عمل سے زندہ کیا اور اس کے بعد اس پر عمل ہوتا رہا، جیسا کہ صحیح حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جو شخص اسلام میں کوئی سنت جاری کرے تو اس شخص کو اس سنت کے اجراء کا اجر ملے گا اور ان لوگوں کا بھی جو اس سنت پر اسکی وفات کے بعد عمل کرتے رہیں گے لوگوں کے اجر میں سے کچھ کم کئے بغیر''۔

۴- اور جب میت کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کی جائے تب بھی اس کو ثواب ملتا ہے، جیسا کہ بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ: ''میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں اس کا ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں بے شک''۔

۵- مسند احمد اور سنن نسائی میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میری ماں کا انتقال

ہوگیا ہے تو کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کرسکتا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں کر سکتے ہو''، حضرت سعد نے دوبارہ پوچھا ان کے لیے کونسا صدقہ افضل ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: '' پانی پلانا''۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھدوایا اور اعلان کروادیا کہ یہ اُم سعد کے ثواب کے لئے ہے۔ معلوم ہوا کہ پانی ان صدقات میں سے ہے جس کا ثواب میت کو اس کی اولاد کی طرف سے پہنچتا ہے۔ اس حکم میں کنواں، نہر، سبیل، پائپ مشین وغیرہ شامل ہیں۔

۶ - اور صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا کہ میرے والد نے مال چھوڑا ہے اور اس کے بارے میں کوئی وصیّت نہیں کی ہے۔ لہٰذا اگر میں ان کے لئے صدقہ کروں تو کیا ان کے گناہ معاف کردیے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔

۷- اور میت کو مسلمانوں کی دعا اور اس کے لئے ان کے استغفار سے بھی ثواب پہنچتا ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ﴾ (الحشر:۱۰)

''اور جو لوگ ان کے بعد آئے کہتے ہیں اے ہمارے رب! بخش دے

ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر گئے‘‘۔

اور سنن میں مرفوعاً روایت ہے کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے خلوص سے دعا مانگو۔

زندوں کی طرف سے مردوں کو ثواب پہنچنے کے سلسلے میں احادیث مذکورہ میں یہی مذکورہ بالا چیزیں ثابت ہیں، لیکن ان میں کوئی ایک بھی ایسی دلیل نہیں جس سے مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے قرآن پڑھنے یا کوئی مخصوص سورہ جیسے یٰسین وغیرہ پڑھنے کا معمولی سا اشارہ بھی ملتا ہو، یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا وظیفہ مثلاً سورہ اخلاص کا ایک لاکھ بار ورد یا لا الہ الا اللہ کی ہزاری تسبیح وغیرہ۔

اب ہم اس سلسلے میں مفسرین، محدثین، اصولیین اور ائمہ مذاہب کے اقوال پیش کریں گے جن سے نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت ہو جائے گا کہ آج جو لوگ ماتم اور قبروں پر قرآن خوانی کی باتیں کر رہے ہیں، ان سے شریعت اسلامیہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کا کچھ تعلق نہیں۔

مفسرین کے اقوال

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے آیت کریمہ: ﴿أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ

﴿إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾ (النجم:٣٦-٤١)

''کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھی کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی اور یہ کہ بے شک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائیگی پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا''۔

یعنی جس شخص نے کفر یا اور کسی گناہ کی وجہ سے اپنے اوپر ظلم کیا ہوگا تو اس کا وبال اسی کے اوپر ڈالا جائے گا۔ کوئی دوسرا شخص وہ بوجھ نہیں اُٹھائے گا، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ﴾ (فاطر:١٨)

''اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ اور کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے کسی کو بلائے تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اُٹھائے گا اگرچہ قرابت دار ہی ہو''۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾ (النجم:٣٩)

''اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے''۔

یعنی جس طرح اس پر دوسرے کا گناہ نہیں لادا جائے گا اسی طرح اس کو اجر بھی اتنا ہی ملے گا جتنا وہ اپنے لئے کمائے گا۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے امام شافعی رحمہ اللہ اوران کے متبعین نے استنباط کیا ہے کہ قرآن شریف پڑھنے کا ثواب مردوں کونہیں پہنچتا، کیونکہ یہ مردوں کا عمل وکسب نہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کواس کا حکم نہیں دیا اوراشارۃً وصراحۃً بھی اس طرف ان کی رہنمائی نہیں فرمائی اور نہ ہی انہیں اس کی ترغیب دی۔ نیز صحابہ کرام میں سے بھی کسی کی طرف سے یہ بات نہیں کہی گئی، اگر میّت کے لئے قرآن خوانی کوئی کارخیر ہوتا تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہم سے پہلے اس کی سعادت حاصل کر چکے ہوتے ، اعمالِ خیر میں صرف نصوص پر انحصار کیا جاتا ہے، رائے اور قیاس کواس میں دخل نہیں۔ البتہ دعا اورصدقہ کے بارے میں اتفاق ہے، شارع علیہ السلام کی طرف سے واضح نص موجود ہے کہ ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

رہی وہ حدیث جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((إِذَا مَـاتَ الإِنسَـانُ انْـقَـطَـعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِن ثَلَاثَةٍ ،إِلَّا مِنْ

صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَو عِلمٍ يُنتَفَعُ بِهِ اَو وَلَدٍ صَالِحٍ يَدعُو لَهُ)).

''جب انسان مر گیا تو اس کا عمل منقطع ہو گیا ماسوا تین چیزوں کے؛ ایسا صدقہ جو جاری رہے، یا ایسا علم جس سے نفع اُٹھایا جاتا رہے، یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے''۔ (مسلم)

تو یہ تینوں چیزیں بھی حقیقت میں میت ہی کا عمل، اس کی کوشش اور محنت کا نتیجہ ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

((إنَّ اَطيَبَ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِن كَسبِهِ وَإنَّ وَلَدَهُ مِن كَسبِهِ))

''آدمی جو سب سے زیادہ پاکیزہ چیز کھاتا ہے وہ اس کی خود کی کمائی ہے اور اس کی اولاد اس کی اپنی کمائی ہے''۔

اور صدقہ جاریہ وغیرہ بھی انسان ہی کے عمل اور وقف کا نتیجہ ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّا نَحنُ نُحيِي المَوتَىٰ وَنَكتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُم﴾ (یٰس:۱۲)

''بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیج چکے ہیں اور جو نشان پیچھے رہ گئے ہیں ہم ان کو قلمبند کر لیتے ہیں''۔

اور جس علم کو اس نے عوام میں پھیلایا اور لوگوں نے اس کی پیروی کی وہ بھی میت ہی کا عمل اور اس کی سعی کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث سے

ثابت ہے:

((مَن دَعَا إلَىٰ هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثلُ أُجُورِ مَن تَبِعَهُ، لَا يَنقُصَ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِم شَيئاً))

''جس شخص نے کسی ہدایت کی طرف دعوت دی تو اس کو عمل کرنے والوں کے اجر کے برابر ثواب ملے گا لیکن اس سے عمل کرنے والوں کے اجر میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی''۔

امام شوکانی رحمہ اللہ:

امام شوکانی رحمہ اللہ نے آیت کریمہ: ﴿وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ انسان کو صرف اس کی کوشش کا اجر اور صرف اس کے عمل کی جزا ملے گی۔ کسی کا عمل دوسرے کے کام نہیں آئے گا۔ لیکن آیت کا یہ عموم اس آیت کریمہ سے خاص ہو جاتا ہے: ﴿اَلْحَقْنَا بِهِم ذُرِّيَّتَهُم﴾ ''ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے درجہ تک پہنچا دیں گے''۔ اسی طرح انبیاء اور ملائکہ کی شفاعت بھی اس کو خاص کر دیتی ہے جو وہ اللہ کے بندوں کی فرمائیں گے۔ نیز مردوں کے لئے زندوں کی دعاؤں کی مشروعیت بھی اس کی مخصص ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ آیت مذکورہ بالا امور کی وجہ سے منسوخ ہوگئی ہے، ان کا یہ خیال

درست نہیں۔ اس لئے کہ خاص عام کو منسوخ نہیں کرتا بلکہ اس کی تخصیص کرتا ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جس کے بارے میں یہ دلیل قائم ہو جائے کہ انسان کو اس کا نفع پہنچے گا، حالانکہ اس کی کوشش کا اس میں دخل نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ بھی اس آیت کے عموم کو خاص کرنے والی ہے۔

علامہ رشید رضا رحمہ اللہ:

صاحبِ تفسیر المنار نے آیت کریمہ: ﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ (الانعام:۱۶۴)

''اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا''۔

کی تفسیر میں ایک لمبی بحث کے بعد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے:

''قرآن خوانی اور اوراد و وظائف کا ثواب مُردوں کو بخشنے کا جو رواج عام ہو گیا ہے۔ نیز اجرت پر قرآن پڑھوانے اور اس مقصد کے لئے جائداد وقف کرنے کا جو چلن عام ہو گیا ہے وہ سب کا سب بدعت اور غیر شرعی عمل ہے، ایسے ہی ''اسقاط الصلوٰۃ'' کا مسئلہ بھی ہے۔ اگر ان باتوں کی دین میں کوئی اصل ہوتی تو ہمارے اسلاف ان سے ناواقف نہ رہتے۔ اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو اس کو اس طرح بے کار اور مہمل نہ

چھوڑتے ،ضرور اس پر عمل کرتے ۔ نیز علامہ مرحوم نے فرمایا کہ مردوں پر سورہ یٰسین پڑھنے کی روایت صحیح نہیں ہے۔ اس بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔جیسا کہ محدث دارقطنی کا بیان ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ آج شہر اور دیہات میں مردوں کے لئے'' فاتحہ'' پڑھنے کا رواج جو عام ہو گیا ہے اس بارے میں بھی نہ کوئی صحیح حدیث ہے نہ ضعیف اور نہ موضوع ہی ، بلکہ یہ ایک ایسی بدعت ہے جو دلائل ونصوص قطعیہ کے سراسر منافی ہے۔ اس کا رواج محض اس لیے پڑ گیا کہ نام نہاد جبہ پوش علماء نے اس پر چپ سادھ لی اور عوام اس کے ساتھ چپک گئے اور اسے سنت مؤکدہ ، بلکہ فرض کا درجہ دے دیا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ مسئلہ امور تعبدیہ میں سے ہے جس کا دارومدار کتاب وسنت کی دلیل پر ہے، نیز قرن اوّل کے سلف صالحین کا اس پر عمل ضروری ہے۔

قرآن مجید کی صریح نصوص اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں یہ مقررہ قاعدہ معلوم ہو چکا ہے کہ آخرت میں لوگ اپنے ہی اعمال کی جزا پائیں گے: ﴿يَومَ لَاتَمْلِكُ نَفسٌ لِنَفسٍ شَيئاً﴾

''جس دن کوئی شخص کسی شخص کے لیے کسی چیز کا مختار نہ ہوگا''۔

اور ﴿وَاخْشَوْا يَوْماً لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئاً﴾

''اور اس دن کا خوف کرو جس دن نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آ سکے گا''۔(لقمان:۳۳)

اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاص رشتہ داروں کو اللہ کا یہ حکم پہنچا دیا ہے:

((اِعمَلُوا لَا أُغْنِي عَنكُم مِنَ اللّٰهِ شَيئًا))

''عمل کرو، میں تم کو اللہ کی طرف سے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا''۔

معلوم ہوا کہ آخرت میں نجات کا دارومدار ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ نفس کو صاف ستھرا کرنے پر ہے۔

علامہ مرحوم نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے کچھ قرآن پڑھا اور دُعا میں کہا کہ ''اے اللہ میں نے جو کچھ قرآن پڑھا تو اسے رسول اللہ ﷺ کی بزرگی میں اضافہ کا ذریعہ بنا''، تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ بعد کے قاریوں کی ایجاد ہے۔ پہلے لوگوں میں تو ہم نے اس کی بابت کچھ نہیں سُنا نہ جانا''۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ اکثر کٹھ مُلا جو قرآن کی ایک آیت کا معنی تک نہیں جانتے انہیں اللہ کے اس فرمان:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُم عَنهُ فَانتَهُوا﴾
''اور جو کچھ رسول تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رُک جاؤ''۔
کا معنیٰ معلوم ہے اور نہ انہیں اس صحیح حدیث کا علم ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:
((مَن عَمِلَ عَمَلاً لَيسَ عَلَيهِ اَمرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))
''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے وہ مردود ہے''۔
اور یہ حدیث:
((شَرَّ الاُمُورِ مُحدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحدَثَةٍ بِدعَةٌ وَكُلَّ بِدعَةٍ ضَلاَلَة))
''تمام کاموں میں بدترین کام وہ ہے جو دین میں نیا پیدا کیا گیا ہو اور (دین میں) ہر نیا پیدا کیا گیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔
بس یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کو اپنی خوراک کا ذریعہ بنالیا ہے، ان کا حساب اللہ ہی کے ذمہ ہے(۱)۔

---

(۱) ان کے علاوہ اور بھی صحیح احادیث اسی مضمون کی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے قرآن کی بابت فرمایا ہے:((اِقرَءُوا القُرآنَ وَلاَ تَاكُلُوا بِهِ وَلاَ تَستَكثِرُوا بِهِ وَلاَ تَجفُوا عَنهُ وَلاَ تَغلُوا فِيهِ)) . ''قرآن پڑھو اور اس سے کھاؤ مت، اس سے مال مت بڑھاؤ، نہ تو اس سے دوری اختیار کرو اور نہ ہی اس میں غلو کرو''۔

ائمہ حدیث کے اقوال

امام نووی رحمہ اللہ:

نے شرح مسلم میں ''باب وصول ثواب الصدقة عن الميت إليه'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ میری والدہ اچانک انتقال کر گئیں اور وصیّت نہیں کی اور مجھے یقین ہے کہ اگر وہ بول سکتی تو ضرور صدقہ کرتیں لہٰذا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں بے شک۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ میت کو فائدہ پہنچاتا ہے اور صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

اوراس پر بھی اجماع ہے کہ دُعا بھی میت کو پہنچتی ہے اور قرض بھی میت کی طرف سے ادا ہوتا ہے اور میت کی طرف سے حج بدل بھی صحیح ہے، نذر کے روزے کی قضا بھی جائز ہے۔اس بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں اور سب کے بارے میں نصوص موجود ہیں اور ہمارا یہ معروف مذہب ہے کہ قرآن کی قراءت کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا''۔

امام صنعانی رحمہ اللہ:

نے ''سبل السلام'' میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کی قبروں کے پاس سے گذرے اور ان کی طرف رُخ کر کے فرمایا:

((اَلسَّلاَمُ عَلَیکُم یَا اَھلَ القُبُورِ یَغفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُم ، اَنتُم سَلَفُنَا وَنَحنُ بِالاَثَرِ))

''اے قبر والو! تم پر سلام ہو، اللہ ہم کو اور تم کو بخش دے، تم ہمارے پیشرو ہو اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں''۔ (ترمذی)

امام صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ آدمی جب کسی کے لئے دُعا یا استغفار کرے تو پہلے اپنے لئے دُعا اور استغفار کرے۔ قرآن کی دعائیں ایسی ہی ہیں مثلاً ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا﴾ ''اے ہمارے رب بخش دے ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو''۔ ﴿فَاستَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤمِنِينَ﴾ بخشش مانگئے اپنے گناہ کے لئے اور ایمان والوں کے لئے''۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ اور اس طرح کی دُعائیں بلا اختلاف میت کے لئے مفید ہیں لیکن امام شافعی رحمہ اللہ کے بقول قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔

امام شوکانی رحمہ اللہ:

نے منتقیٰ کی شرح میں فرمایا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور اُن کے اصحاب کی ایک جماعت کا مشہور مذہب یہ ہے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا، اور ہم کہتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت مردوں کے لئے مفید نہیں اور نہ قرآن قبروں پر پڑھا جائے، اس کی واضح دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

((اِقرَءُوا سُورَةَ البَقَرَةِ فِی بُیُوتِکُم وَلَا تَجعَلُوهَا قُبُوراً))

اپنے گھروں میں سورہ بقرہ پڑھو اور ان کو قبرستان مت بناؤ۔ (بیہقی)

نیز فرمایا: ((صَلُّوا فِی بُیُوتِکُم وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُوراً))

اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ان کو قبرستان مت بناؤ۔ (ترمذی)

اگر مُردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے ان کی قبروں پر قرآن پڑھنا مفید ہوتا تو آنحضرت ﷺ جو ایمان والوں کے ساتھ رؤف ورحیم تھے یہ نہ فرماتے کہ قرآن اور نماز گھروں میں پڑھو اور گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔

آپ ﷺ نے ایسا محض اس لئے فرمایا کہ قبریں قرآن کی تلاوت کرنے اور نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے زندگی میں ایک بار بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے قبروں پر قرآن یا قرآن

کی کچھ سورتیں پڑھی ہوں، جبکہ آپ ﷺ نے کثرت سے قبروں کی زیارت فرمائی اور لوگوں کو زیارت قبور کے آداب کی تعلیم بھی دی۔

ائمہ مذاہبِ اربعہ کے اقوال

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب:

ملّا علی قاری حنفی نے " الفقه الأكبر"صفحہ: ۱۱۰ میں لکھا ہے:

((ثـم الـقراءة عند القبور مكروهة عند أبي حنيفة ومالك وأحمد رحـمهم الله في رواية؛ لأنـه محدث لم ترد به السنة، وكذلك قال شارح الإحياء))۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک اور ایک روایت میں امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک قبروں کے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ بدعت ہے اس کے بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے، شارح احیاء العلوم کا بھی یہی بیان ہے(۱)۔

---

(۱) حنفی مذہب کا فتویٰ: امام برکوی نے اپنی کتاب ''الطریقة المحمدیة'' کی تیسری فصل میں امور مبتدعہ و باطلہ کے بارے میں لکھا ہے کہ لوگ یہ سمجھ کر ان پر مائل ہیں کہ یہ کار ثواب ہیں، مثلاً میت کی اس وصیت کو پوری کرنا کہ اس کی وفات یا اس کے بعد کسی دن کھانا تیار کر کے کھلانا اور ایصال ثواب کے لئے قرآن پڑھنے والوں کو روپیہ دینا اور تسبیحات پڑھنا، (یہ سب) بدعت، باطل اور اس کی اجرت حرام ہے اور اس کا پڑھنے والا گنہگار رہے۔

علامہ عز بن عبدالسلام رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو جو ہدیہ کیا جاتا ہے تو یہ ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ تو علامہ موصوف نے جواب دیا کہ تلاوت قرآن کا ثواب تلاوت کرنے والے کے لئے ہی مخصوص ہے۔ اس کے سِوا دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ نیز فرمایا: ''مجھے تعجب ہے کہ کچھ لوگ اس کو خوابوں کے ذریعے ثابت کرتے ہیں جبکہ خواب اس کے لئے دلیل نہیں ہو سکتے''۔

امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب:

شیخ ابن ابی جمرہ کا بیان ہے کہ قبروں کے پاس قرآن پڑھنا سنت نہیں بدعت ہے۔ (المدخل)

اور شیخ الدردیر نے اپنی کتاب ''شرح الصغیر صفحہ: ۱۸۰'' میں لکھا ہے:

''قرآن کا کوئی حصہ موت کے وقت پڑھنا اور مرنے کے بعد قبروں پر پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سلف صالحین کا عمل نہیں۔ ان کا معمول مردوں کے لئے مغفرت و رحمت کی دعا کرنا اور قبروں سے عبرت حاصل کرنا تھا''۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب:

قرآن خوانی کے ثواب کا میت تک نہ پہنچنے کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ نے قرآن کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: ﴿وَاَن لَیـــــسَ

لِلإنسَانِ إلَّا مَا سَعىٰ﴾

''انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے''۔

اوراس حدیث سے:((إذَا مَاتَ الإنسَانُ انقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ)) الخ

''جب انسان مر گیا تو اس کا عمل منقطع ہو گیا''۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: قرآن پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشنا اور میت کی طرف سے نماز پڑھنے وغیرہ کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور کا یہ مسلک ہے کہ اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ امام نووی نے شرح مسلم میں اس مضمون کو کئی جگہ دوہرایا ہے۔

اور " شرح المنهاج لابن النحوی" میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جب قبر پر کسی کو قرآن پڑھتے دیکھ لیتے تو فرماتے: ''اے شخص قبر پر قرآن پڑھنا بدعت ہے''۔ اور یہی جمہور سلف کا بھی قول ہے۔ نیز آپ کا فتوی ہے:

(القراء ة علی المیت بعد موته بدعةٌ)

''میت پر وفات کے بعد قرآن پڑھنا بدعت ہے''۔

نیز آپ فرماتے ہیں: ''یہ سلف صالحین کی عادت نہ تھی کہ جب وہ نفلی نماز پڑھتے یا نفلی حج کرتے یا قرآن پڑھتے تو اس کا ثواب مسلمان مردوں کو بخشتے۔ لہٰذا سلف صالحین کے طریقے سے ہٹنا نہیں چاہیئے۔ رہی حدیث: ((...اِقرَءُ وا عَلیٰ مَوتَاکُم یٰس)) ''اپنے مردوں پر یٰسین پڑھو''، تو یہ حدیث مضطرب الاسناد اور مجہول السند ہے۔ اگر یہ صحیح بھی مان لی جائے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ میت پر یٰسین پڑھی جائے بلکہ اس سے مراد قریب المرگ شخص ہے''۔

امام ابوالحسن البعلی کا بیان ہے کہ مزدوری پر قرآن پڑھوانا جائز نہیں اور نہ ہی اس کا ثواب بخشا جائز ہے، کیونکہ اس بارے میں علماء سلف سے کچھ منقول نہیں۔ اور قاری جب پیسے کے لئے پڑھے گا تو اس کو ثواب نہیں ملے گا، پھر وہ میت کو کیا بخشے گا؟ اکثر علماء کا یہی فتویٰ ہے کہ قرآن کی تلاوت کا ثواب پڑھنے والے ہی کو ملتا ہے، میت کو نہیں پہنچتا۔

اگر قرآن خوانی کا ثواب میت کو پہنچتا تو ایک مسلمان بھی جہنم میں نہ جاتا کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف بھی پڑھا اس کو اس حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور یہ ایک نیکی دس

کے برابر ہے۔ الٓمّ ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

جب قرآن خوانی ہی سے مردوں کی بخشش ہو جاتی ہے تو آخر قبروں پر ٹیپ ریکارڈ کیوں نہیں رکھ دیئے جاتے تاکہ ریکارڈ کیا ہوا قرآن دن رات قبر پر تلاوت کیا جاتا رہے اور قرآن کی آواز سے مردوں کی بخشش ہوتی رہے؟

بریں عقل و دانش بباید گریست

علماء اصول کے اقوال

''طریق الوصول الی إبطال البدع بعلم الأصول'' کے مصنف کا بیان ہے کہ عوام آج جو بدعات کرتے ہیں اُن کی مثالیں یہاں پیش کی جا رہی ہیں:

اوّل: میت پر رحمت کی نیت سے قبروں پر قرآن کا پڑھنا اس کی ضرورت اور حاجت کے باوجود رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرام نے اس کو نہیں کیا۔ میت کے ساتھ شفقت کے تقاضے کے باوجود اس کا ترک واضح دلیل ہے کہ اس کا کرنا بدعت ہے اور اس کا ترک کرنا سنت ہے کیونکہ یہ بات کسی بھی طرح عقل میں نہیں آتی کہ آنحضرت ﷺ جو امت کے لئے

رؤف ورحیم تھے ایک ایسا عمل ساری عمر ترک فرما دیں اور کبھی ایک بار بھی نہ کریں جس کا نتیجہ اُمت کے لئے رحمت اور نفع بخش ہوتا۔

دوم: مقررہ تعداد میں '' **صمدیه یا جلاله**'' کا پڑھنا۔قرآن بذات خود تلاوت کرنے والے کے لئے عبادت ہے بندہ اس کی تلاوت اور سماعت سے اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے اور اس میں کسی کو کلام نہیں، بحث تو صرف اس بات میں ہے کہ میت کی گردن کو جہنم سے نجات دلانے کے لئے قرآن پاک پڑھنا کیسا ہے؟

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ قرآن مُردوں کے لئے نہیں اترا بلکہ زندوں کے لئے اترا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن هُوَ إلَّا ذِكرٌ وَقُرآنٌ مُبِينٌ ، لِيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ القَولُ عَلىٰ الكَافِرِينَ﴾ (یٰس:٦٩)

''یہ تو محض نصیحت اور صاف قرآن ہے تا کہ وہ ہر اس شخص کو جو زندہ ہو آگاہ کر دے اور کافروں پر بات پوری ہو جائے''۔

اس کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ اطاعت اور عمل کرنیوالے کو انعام کی بشارت دے اور نافرمانوں کو سزا کی وعید سنائے، یہ اس لئے اترا تھا کہ ہم اس کے ذریعے اپنے نفوس کو سنواریں اور اپنے حالات کی اصلاح

کریں۔ دوسری آسمانی کتابوں کی طرح قرآن کوبھی اللہ نے محض اس لئے نازل کیا تھا کہ اس کی ہدایت پر لوگ عمل کریں اوراس کی رہنمائی سے راہ یاب ہوں۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ هَـذَا الْـقُـرْآنَ يِهْـدِيْ لِـلَّتِـيْ هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْـمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجراً كَبِيْراً وأَنَّ الَّـذِيْنَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَاباً أَلِيْما﴾ (الإسراء:٩-١٠)

''یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور مومنوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے اور یہ بھی بتاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے ہم نے دُکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

فرمایئے کیا آپ نے کبھی یہ بھی سنا ہے کہ آسمانی کتابوں میں سے کوئی ایسی کتاب بھی تھی جو مُردوں پر پڑھی جاتی تھی یا جسے پڑھ کر مزدوری اور صدقہ لیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے نبی ﷺ کو یوں ارشاد فرمایا:

﴿قُـلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِيْنٍ﴾ (ص:٨٦-٨٨)

''اے پیغمبر کہہ دو میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ

کرنے والوں میں ہوں، یہ قرآن تو اہل عالم کے لئے ایک نصیحت ہے اور تم کو اس کا حال ایک وقت کے بعد معلوم ہو جائے گا''۔

کیا رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کرام پر ''صمدیہ'' اور ''جلالہ'' مقررہ تعداد میں پڑھا کرتے تھے تاکہ ان کی گردن جہنم سے آزاد ہو جائے؟ حالانکہ آپ جانتے تھے کہ جو خطا سے معصوم نہیں ہیں ان کو گناہوں کے کفارے اور مرتبے کی بلندی کی سخت حاجت ہے۔ کیا آپ ﷺ کی سنت یہ نہ تھی کہ اپنے اصحاب کو دفن فرمایا کرتے تھے اور دفن کرنے کے بعد ہر شخص اپنے کام پر چلا جاتا اور مرنے والا اپنے عمل کا ذمہ دار خود ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کا یہی طریقہ تھا اور اسی کی اقتداء کرنی چاہیئے۔

بعض بدعات کا بیان

قبر پر فاتحہ خوانی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بابت مشہور ہے کہ آپ قبر پر سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کا آخر پڑھنے کی تاکید فرماتے تھے، حالانکہ یہ اثر شاذ ہے اور اس کی کوئی سند نہیں ہے، نیز صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اس کی موافقت نہیں فرمائی ہے، اس کے علاوہ صمدیہ، معوذتین، الھاکم التکاثر اور الکافرون کی تلاوت اور مردوں کو اس کا ثواب بخشنا باطل ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے اقوال اور صحابہؓ کرام کا عمل اس کی تائید نہیں کرتا۔

سڑکوں اور مزاروں پر قرآن کی تلاوت:

مزاروں، سڑکوں اور بھیک مانگنے کے لئے قرآن پڑھنا بدعت اور حرام ہے، اس لئے کہ قرآن کو بھیک مانگنے کا ذریعہ بنانا ہی ایک ذلیل کام ہے۔ اس سے کلام الٰہی کی اہانت اور رسوائی ہوتی ہے۔ اسلام نے سوال کرنے اور بھیک مانگنے کی عام طور پر مذمت کی ہے، لیکن قرآن کے ذریعہ بھیک مانگنے کو تو سخت ممنوع اور حرام قرار دیا ہے۔

برسی کا اہتمام:

میت کی وفات کے دن اس کی برسی منانے کے لئے شامیانے لگانا جہاں

تعزیت کے لئے آنے والے لوگ تسبیحات پڑھیں اور اس کا ثواب میت کو بخشیں، یہ سب کھلی بدعت ہے۔ جہاں تک شامیانے کا تعلق ہے یہ اہتمام خود ایک بدعت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: میت پر اس کا عمل سایہ کرتا ہے نہ کہ خیمے، اسی طرح جنازے سے واپسی کے بعد تعزیت کرنے والوں، نیز فقراء و مساکین کو کھانا کھلانا، اسی طرح جمعرات کے دن اور وفات کے چالیسویں دن اور برسی کے دن کھانا کھلانا، محفل منعقد کرنا، قل کا وظیفہ پڑھوانا سب بدعات محرمہ ہیں جن کا کوئی ثبوت نہ عمل نبوی ﷺ سے ہے نہ عمل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے، یہ سب کسب معاش، اسراف اور مال و اسباب کی بربادی کا ذریعہ ہیں۔

چالیسویں کی بدعت:

میت کی وفات کے بعد چالیسویں تک ہر جمعرات کو غم تازہ کرنا اور وفات کے بعد پہلی عید کو خاص طور پر منانا، اس دن قاریوں کا اہتمام کرنا اور تعزیت کے لئے لوگوں کا انتظار کرنا وغیرہ یہ سب بدعت اور حرام ہے۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے اسناد صحیح کے ساتھ عبداللہ البجلی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول ﷺ میت کے دفن کے بعد میت والوں کے یہاں جمع ہونا اور میت والوں کا ہمارے لیے کھانا بنانا وغیرہ نوحہ

کے برابر سمجھتے تھے۔امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ فعل جاہلیت ہے۔

قبروں پر اجتماع:

عیداور جمعہ کے دن عورتوں اور مردوں کا قبروں پر جا کر جمع ہونا اور کھانے پینے کی چیزوں کا تقسیم کرنا اور کٹھ مُلّا لوگوں سے قرآن پڑھوانا اور انہیں اس کی اجرت ادا کرنا یہ سب امور صریح بدعت اور افعال محرمہ ہیں،عید کے دن کی خصوصیت کا کوئی ثبوت نہیں،اسی طرح قبروں پر قرآن پڑھوانا بے اصل چیز ہے اور اس کو روزی کمانے کا ذریعہ بنانا اور بھی بُرا ہے۔

شبینہ:

رمضان کے مہینے میں رات بھر میں پورا قرآن پڑھوانا اور اس کے لئے خاص محفل منعقد کرنا رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اور آپ کے اصحاب کے عمل کے خلاف ہے،کسی بھی صحیح اور معتبر کتاب میں اس کا ثبوت موجود نہیں۔

شریعت کا مطالبہ تو یہ ہے کہ ہم خود اس کی تلاوت کریں، آپس میں مذاکرہ کریں اور اس کے معانی پر تدبر کریں۔آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ عبادت کے لئے کمربستہ ہو جاتے، گھر والوں کو بھی جگایا کرتے اور شب بیداری فرماتے تھے (بخاری ومسلم) لیکن قرآن کے لئے شبینہ کا انعقاد اور حفّاظ سے اجرت پر قرآن پڑھوانے

کا کوئی ثبوت نہیں۔

قرآن سے عملیات:

کسی شخص کو ہلاک کرنے یا کسی گروہ کو نقصان پہنچانے کی نیت سے چالیس مرتبہ سورہ یٰسین پڑھنا۔ تعجب ہے کہ ایسے لوگوں کے ذہن سے یہ بات کیسے غائب ہوگئی کہ اللہ نے قرآن کو ''شفا'' اور ''رحمت'' بنا کر بھیجا ہے اور جس کے قلب اطہر پر قرآن کو نازل فرمایا تھا اس کو ''رحمت للعالمین'' بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ قرآن اس لئے نہیں نازل ہوا ہے کہ ہم اس سے بدبختی حاصل کریں، ہمیں افسوس ہے کہ جہلاء قرآن کو کہاں کہاں اور کیسے کیسے غلط کاموں کے لئے استعمال کررہے ہیں۔ قرآن کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو جس کام کے لئے چاہو استعمال کرو، وہ سب کاموں کے لئے مفید ہے۔ یہ عقیدہ باطل اور کذب ہے اور سورۂ یٰسین کی بابت یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ جس مقصد کے لئے پڑھی جائے گی وہ مقصد پورا ہوگا، نہایت لغو اور غلط ہے۔ آنحضرت ﷺ کی طرف ایسی باتوں کا منسوب کرنا بھی کذب و افترا ہے۔

سورۂ کہف کی تلاوت کا مخصوص طریقہ:

جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے

مسنون ہے۔ البتہ اس کے پڑھنے کی کوئی مخصوص کیفیت نہیں بیان فرمائی گئی ہے، بلکہ ہر مسلمان مرد اور عورت کو الگ الگ اپنے طور پر پڑھنا چاہئے۔ لیکن اب اس کے پڑھنے کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن ایک قاری مصلیوں کے سامنے تلاوت کر دیتا ہے اور لوگ اس کو سن کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ سورۂ کہف کی سنت ادا ہوگئی، حالانکہ سورۂ کہف کی تلاوت کا یہ طریقہ کہیں بھی احادیث میں نہیں بتایا گیا، بلکہ یہ نو ایجاد بدعت ہے جس سے قطعی طور پر بچنا چاہئے اور سب کو فرداً فرداً اس کی تلاوت کرنی چاہئے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَن قَرَأَ العَشرَ الاَوَاخِرَ مِن سُورَةِ الكهفِ عُصِمَ مِن فِتنَةِ الدَّجَّالِ))

''جس نے سورۂ کہف کی آخری دس آیتیں تلاوت کیں وہ دجال کے فتنے سے محفوظ کیا جائے گا''۔ (مسند احمد، مسلم، نسائی) (۱)

اسی طرح سورہ الملک کا ایک ہی آواز میں سب کا مل کر پڑھنا جیسا کہ

(۱) مسلم شریف ہی کی ایک دوسری روایت میں سورہ کہف کی پہلی دس آیات کے یاد کرنے کا ذکر ہے کہ جو انہیں یاد کرے گا وہ دجال کے فتنہ سے بچالیا جائے گا۔ لہٰذا افضل یہ ہے کہ سورہ کہف کی پہلی دس اور آخری دس آیات کو یاد کرلیا جائے۔

''جماعت خلوتیہ'' کا طریقہ ہے۔ اس مخصوص طریقہ پر سورۂ تبارک کی تلاوت صریح بدعت ہے۔

ویسے فی نفسہٖ سورۂ الملک کی تلاوت سنت ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ''قرآن کی ایک سورہ نے جس کی تیس آیات ہیں، ایک شخص کی شفاعت کی اور وہ بخشا گیا اور وہ سورہ'' تَبَارَكَ الَّذِی بِیَدِهِ المُلكُ'' ہے۔

''الفاتحہ'' کی بدعت:

نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کی ارواح کو ایصال ثواب کے لئے فرض نمازوں کے بعد ''الفاتحہ'' پڑھنا اس عقیدے کے ساتھ کہ ان نفوس قدسیہ کی روحوں کے لیے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرنے کے نتیجے میں یہ لوگ تلاوت کرنے والے کے مرنے کے بعد اس کے غسل اور قبر میں سوال کے وقت موجود رہیں گے، افسوس یہ کتنی صریح جہالت اور گمراہی ہے جس کی نہ کوئی سند ہے نہ دلیل، ایسے لوگوں کی عقلوں پر تو خود ماتم کرنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح نماز کے بعد نماز سے فارغ ہوتے ہی فاتحہ پڑھنے کا رواج ہے اور کہیں کہیں نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے فاتحہ پڑھنا بھی بدعت ہے۔ اسی طرح قبر یا کسی قبہ سے گذرتے

وقت قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو جانا اور ہاتھ اُٹھا کر قبر یا قبہ والے کے لئے فاتحہ پڑھنا اور پھر صاحب قبر ہی سے مدد مانگنی، نیز دفن کے بعد قبرستان سے نکلتے وقت چالیس قدم کے بعد ''الفاتحہ'' پڑھنا، نیز عام مسلمان مردوں کی روحوں کو ثواب پہنچانے کے لئے فاتحہ پڑھنا جہالت و بدعت ہے۔

سواری روانہ ہونے کے وقت الفاتحہ کی بدعت:

ریل یا ہوائی یا بحری جہاز کے روانہ ہوتے وقت اولیاء اللہ کے لئے کچھ لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں تا کہ وہ سفر میں مسافر کی حفاظت کریں، حالانکہ یہ کھلی ہوئی جہالت بلکہ ضلالت اور شرک ہے۔

مشروع طریقہ یہ ہے کہ سفر کے لئے نکلتے وقت خود کو اور اولاد و مال کو اللہ کے حوالے کر دیا جائے اور غیر اللہ سے ہرگز مدد و حفاظت کی درخواست نہ کی جائے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلىٰ اَن يَنْفَعُوكَ بِشَىءٍ لَم يَنفَعُوكَ إِلَّا بِشَىءٍ قَد كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلىٰ اَن يَضُرُّوكَ بِشَىءٍ لَم يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَىءٍ قَد كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيكَ، رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ)) (رواه أحمد والترمذي)

''جب سوال کرو تو اللہ سے کرو، جب مدد مانگو تو اللہ سے مانگو اور یقین رکھو کہ اگر ساری امت متحد ہو جائے کہ تم کو ذرا بھی فائدہ پہنچا دے تو جتنا اللہ نے فائدہ پہنچانا مقرر کیا ہے اس سے کچھ بھی زیادہ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اور اگر سب لوگ مل کر چاہیں کہ تم کو ذرا بھی نقصان پہنچا دیں تو جتنا اللہ نے لکھا ہے اس سے زائد نہیں پہنچا سکتے۔ قلم اُٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں''۔

اسی طرح مروجہ '' الفاتحہ'' بے اصل اور من گھڑت ہے۔ اس کے بدعت اور ضلالت ہونے میں صرف انہیں کو تامل اور تذبذب ہو سکتا ہے جو تقلید اور شخصیت پرستی کا شکار ہوں گے۔

قرآن کا تعویذ:

قرآن کا تعویذ بنا کر اس کا کچھ حصہ لکھ کر نظر بد سے بچنے کے لئے بچوں یا بڑوں کی گردن میں لٹکانا یا موٹر کار پر لٹکانا بھی بدعت ہے۔ اس سلسلے میں مشروع اور مسنون یہ ہے کہ سونے کے وقت آیۃ الکرسی اور معوذتین یا احادیث میں جو دُعائیں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں ان کو پڑھا جائے، اسی طرح سورۂ الم نشرح کاغذ پر لکھ کر دوکانوں پر لٹکانا تاکہ اس کی برکت سے گاہک زیادہ آئیں، حالانکہ چاہئے تو یہ کہ دوکاندار اپنے گاہکوں کے

ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور حسن معاملہ اختیار کریں، سچائی اور حسن خلق کے ساتھ بے مناسب دام بڑھانے سے بھی پرہیز کریں تو گاہک خود بخود کھچ کر آئیں گے۔ رہا تعویذ تو آپ ﷺ نے تعویذ لٹکانے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَن عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَد اَشرَكَ))

''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا''۔ (مسند احمد، حاکم)

قبروں پر نذر، ذبیحہ اور ختم قرآن کی بدعت:

قبروں پر مردوں کی برسی کے دن ختم قرآن کرانا، اور جانور ذبح کر کے قرآن خوانی اور برسی کی تقریب میں شریک ہونے والوں کو کھانا کھلانا، اور قبر پر نقد روپے پیسے کی شکل میں نذر پیش کرنا اور ان سب اعمال کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ صاحبِ قبر ان چیزوں سے خوش ہو کر ہمیں فائدہ پہنچائیں گے اور ہمیں نقصان سے بچائیں گے اور یہ کہ صاحبِ قبر ہدایا کو قبول فرماتے ہیں، سخت بدعت بلکہ شرک ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے:

((مَلْعُونٌ مَن ذَبَحَ لِغَيرِ اللّٰهِ))

''جس نے غیر اللہ کیلئے ذبح کیا وہ ملعون ہے''۔ (مسلم)

نذر عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کے لئے شرک ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک شخص ایک مکھی کی وجہ سے جنت میں گیا اور دوسرا ایک مکھی کے سبب جہنم میں گیا، لوگوں نے سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پچھلی امت میں دو لوگ سفر کرتے ہوئے ایک استھان کے پاس سے گذرے جہاں ایک بت تھا۔ مجاوروں نے دونوں کو کچھ نذر پیش کرنے کی تاکید کی اور دھمکی دی کہ کچھ بھی پیش کرنا ضروری ہے، چاہے ایک مکھی ہی سہی ، ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے، ایک شخص نے ڈر کے مارے مکھی بُت پر بھینٹ چڑھا دی جس کے سبب وہ جہنم میں گیا، دوسرے نے مکھی بھی نذر کرنے سے انکار کیا تو اسے شہید کر دیا گیا جس کے سبب وہ جنت میں داخل ہوا۔ (مسلم)